واقعہ کربلا میں افراط و تفریط کا جائزہ

مولانا عبدالرحمٰن عزیز الہ آبادی، پتوکی

حضرت حسنؓ کی امیر معاویہؓ سے مصالحت

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جب اپنے حواریوں سے تنگ آکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کرکے بیعت خلافت کی تو سبائیوں کو انتہائی ناگوار گزرا ان کی برابر کوشش یہی تھی کہ صلح نہ ہونے پائے چنانچہ سبائی لیڈر حجر بن عدی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اسے بڑی سختی سے ڈانٹا تو اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے رابطہ کیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

انا قد بایعنا وعاھدنا ولا سبیل الی نقض بیعتنا۔ (اخبار الطوال ۲۳۴)

ڈاکٹر طہٰ حسین نے اپنی مایہ ناز تصنیف "علی و بنوہ" کے صفحہ ۲۰۳ پر اس کی وضاحت اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اتفاق رائے نہ رکھتے تھے بلکہ اس پر لڑائی میں چلنے پر زور دیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے منع کیا اور ڈرایا کہ اگر تو نے میری اطاعت نہ کی تو بیڑیاں پہنا دی جائیں گی۔

نیز الامامۃ والسیاسۃ کے مؤلف نے لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کوفی لیڈر سلیمان بن صرد کو یہ جواب دیا تھا۔ کہ تم میں سے ہر شخص اپنے گھر میں خاموشی سے بیٹھا رہے جب تک معاویہ زندہ ہے کیونکہ واللہ میں اس کی بالکراہت بیعت کی ہے۔

فان ھلک معاویہ نظرنا ونظرتم ورأینا ورأیتم۔ (الامامۃ والسیاسۃ ۱۷۳)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سن کر کوفیوں نے پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ورغلانے کی کوشش کی اور جعدہ بن ہیرہ بن ابی وہب نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں ہی یہ مرقوم تھا کہ:

فان کنت تحب ان تطلب ھذا الامر فاقدم علینا فقد وطنا انفسنا معک۔ (اخبار الطوال ۲۳۵)

ترجمہ:۔ اگر آپ کو خلافت کی طلب ہے تو ہمارے ہاں تشریف لایئے ہم نے اپنی جانوں کو آپ کے ساتھ مرنے پر وقف کر دیا ہے۔

تو حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہ نے جوابا لکھا کہ: تم اپنے گھروں میں بیٹھے رہو جب تک معاویہ زندہ ہے کوئی حرکت نہ کرو۔ جب ان کا وقت آگیا اور میں زندہ رہا تو اپنی رائے سے مطلع کروں گا۔ (ایضا)

حضرت امیر معاویہؓ کی وفات اور یزید کی تخت نشینی

چنانچہ ۲۲ رجب ۶۰ھ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے مالک حقیقی سے جاملے اور یزید تخت نشین ہوا تو والی مدینہ حضرت ولید بن عقبہ بن ابی سفیان نے حضرت حسین اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے مہلت طلب کی جونہی مہلت ملی تو دونوں نے مکہ مکرمہ کا رخ کیا۔ راستہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا خبر ہے:

تو حضرت حسین اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

موت معاویہ و بیعت یزید۔ تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ:

اتقیا اللہ ولا تفرقا جماعۃ المسلمین۔

ترجمہ:۔ کہ تم دونوں خدا سے ڈرو اور جماعت المسلمین میں تفرقہ نہ ڈالو۔ (طبری ۱۹۱/۶)

لیکن حضرت حسین اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ واپس نہ ہوئے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ چلے گئے اور حضرت ولید بن عقبہ کے پاس جاکر بیعت کی اور تادم آخر اسی پر قائم رہے۔ (طبری ۱۶۶)

امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ مدینہ والوں نے جب یزید کی بیعت توڑ دی تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد اور ساتھیوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے

سنا ہے کہ قیامت کے روز ہر غدار کے لئے ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا اور ہم نے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق یزید کی بیعت کی ہے اور میں اس سے بڑی اور کوئی غداری نہیں سمجھتا کہ ہم اللہ کے رسول کے حکم کے مطابق ایک آدمی کی بیعت کریں اور پھر اس سے لڑائی شروع کر دیں اور جس آدمی نے بھی یزید کی بیعت کر کے توڑ دی اس کا اور میرا فیصلہ ہوگا۔ (بخاری کتاب الفتن)

نوٹ:۔ یہ مضمون بتغیر الفاظ' تاریخ ابن خلدون صفحہ ۵/۷ کتاب ثانی' تاریخ اسلام صادق حسین صفحہ ۲۰ ج ۲' تاریخ بنو امیہ صفحہ ۳۶ پر موجود ہے۔ طالب تفصیل کو کتب مذکورہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

اہل کوفہ کے خطوط اور حضرت مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی

جب اہل کوفہ کو آپ کے مکہ مکرمہ تشریف لانے کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کی خدمت میں قاصد اور خطوط بھیجے کہ نواحی کوفہ لہلہا رہے ہیں۔ میوہ پختہ ہو چکے ہیں' چشمے چھلک رہے ہیں۔ آپ کا جب جی چاہے آیئے آپ کا لشکر یہاں تیار ہے۔ (جلا العیون ۵/۴۳' طبری ۲/۱۷۰' شہید انسانیت ۲۵۱)

اور آخری خطوط کوفہ کے بڑے بڑے سرداروں کی جانب سے تھے۔ جن میں سے سلیمان بن صرد' شیث بن ابی یزید' عزرہ بن قیس' عمر بن حجاج زیدی' عمر بن تمیمی' حبیب بن نجد' رفاعہ بن شداد اور حبیب بن مظاہر قابل ذکر ہیں۔ (جلاء العیون باب ۵' ۴۳۰' طبری ۲/۱۷۰) اور خطوط کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز تھی۔ (ناسخ التواریخ ۳/۱۳)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حالات کی نزاکت کے پیش نظر کوفہ جانے کا پروگرام بنالیا۔ مگر کوفہ کے حالات سے بے خبر تھے' آپ نے اپنے چچازاد برادر حضرت مسلم بن عقیل کو روانہ کیا تاکہ کوفہ کے حالات بچشم خود ملاحظہ فرما کر مطلع کریں۔ جب مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے تو لوگوں نے حضرت حسین کی خلافت کے لئے حضرت مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور قسمیں کھائیں کہ اس کام میں ان کی مدد کی جائے گی۔ یہاں تک کہ اپنی جانوں اور مالوں سے بھی ہرگز دریغ نہیں کریں گے۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر رقمطراز ہیں کہ:

فبایعوہ علی امر الحسین وحلفوا لینصرنه بانفسهم واموالهم۔ (البدایہ والنہایہ ۱۶۲)

حضرت مسلم بن عقیل کا خط

حضرت مسلم بن عقیل نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ:

قل با یعنی من اهل الکوفة ثمانیة عشر الفا فعجل الاقبال حسین یاتیک کتابی فان الناس۔

کلهم معک ولیس لهم من ال معاویه رای ولا هوی۔ (طبری ۶/۲۱)

اہل کوفہ سے اٹھارہ ہزار اشخاص نے میرے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے۔ لہٰذا جب میرا خط آپ کے پاس پہنچے' جلدی آنے کی کوشش کیجئے۔ کیونکہ اہل کوفہ کو آل معاویہ کے ساتھ کوئی سروکار نہیں۔

اہل کوفہ کی بغاوت اور گورنر کوفہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی تقریر

جب گورنر کوفہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو اہل کوفہ کی ان سرگرمیوں کا علم ہوا تو اس نے لوگوں کو اختلاف و فساد سے باز رکھنے کے لئے پر جوش تقریر کی' فرمایا:

لوگو! فتنہ و فساد سے بچو' اتفاق و اتحاد اور سنت کی پیروی کرو' جو مجھ سے نہ لڑے میں اس سے نہیں لڑوں گا۔ لیکن۔۔۔۔

والله الذی لااله الا هو لئن فارقتم امامکم ونکثتم بیعة لا قاتلنکم مادام فی یدی سیفی قائمة

مگر حضرت نعمان رضی اللہ عنہ حالات پر قابو نہ پا سکے۔

نئے گورنر کا تقرر

ان حالات کا جب یزید کو علم ہوا تو اس نے عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کے حالات درست کرنے کے لئے بصرہ کے ساتھ کوفہ کی گورنری بھی سونپ دی تو اس نے عہدہ کا چارج پہنتے ہی کوفہ کی جامع مسجد میں تقریر کی۔

حمد وصلوۃ کے بعد امیرالمومنین یزید (اللہ تعالیٰ ان کی بہتری کرے) نے تمہارے شہر اور سرحدی حدود کا مجھے والی مقرر کیا ہے۔

وامرنی بانصاف مظلومکم واعطاء محرومکم وبالاحسان الی سامعکم و مطیعکم وبالشدة علی مریبکم وعاصیکم وانامتبع فیکم امره و منفذ فیکم عهده فانا محسنکم ومطیعکم کالوالد البر وسوطی وسیفی علی من ترک امری وخالف عهدی فلیبق امرء علی نفسه ... الخ۔ (طبری ۶/۲۰۱)

ترجمہ:۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے مظلوموں کا انصاف کروں اور محروموں کو عطا کروں' جو شخص بات سنے اور اطاعت کرے اس پر احسان کروں اور جو دھوکہ باز' نافرمان ہو اس پر تشدد کروں' تم لوگوں کے معاملہ میں ان کے فرمان کو نافذ کروں گا۔ تم میں سے جو اچھے کردار کا مطیع فرماں بردار ہے میں اس کے گھر مہربان باپ کی طرح پیش آؤں گا اور جو میری ایک نہ

مانے اور میرے فرمان کی بجاآوری نہیں کرے گا اس کی لئے میرا کوڑا اور میری تلوار موجود ہے، آدمی کو چاہیے کہ اپنی جان کی خیر منائے، بات چیت سچی ہو کر سامنے آئے تو پتہ چلتا ہے، محض دھمکی سے کچھ نہیں ہوتا۔ (طبری ۶/۲۰)

حضرت مسلمؓ کا قصر امارت پر حملہ

اس کے بعد ابن زیاد نے مسلم بن عقیل کے میزبان ہانی بن عروہ کو گرفتار کر لیا تو حضرت مسلم نے ہانی کو قید سے چھڑانے اور ابن زیاد کا قلع قمع کرنے کے لئے اپنے بیعت کنندگان کو جمع کیا اور فوجی قاعدہ کے مطابق ترتیب دیا۔ چنانچہ چالیس ہزار کا لشکر قصر امارت کی طرف بڑھا اور قصر شاہی کا محاصرہ کیا، ابن زیاد گورنر کوفہ، رفقاء مجلس، ممتاز اہل کوفہ اور پولیس اہلکار (جن کی تعداد دو صد کے قریب تھی) محصور ہوگئے۔
(اخبار الطوال ۳۵۲)

انہی راویوں کابیان ہے کہ ابن زیاد کی فرمائش پر اشراف اہل کوفہ نے (جو قصر شاہی میں موجود تھے) اپنے ساتھیوں کو جو حضرت مسلم کے لشکر میں شامل ہو کر قصر امارت کا احاطہ کئے ہوئے تھے) فتنہ و فساد کے نتائج بد سے ڈرایا اور کہا۔اے کوفہ والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور فتنہ و فساد کو نہ بھڑکاؤ اور امت کے اتحاد و اتفاق کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کرو اور اپنی جانوں پر شام کی فوج کو حملہ آور ہونے کے لئے مت آنے دو جس کا ذائقہ تم چکھ چکے ہو۔
(اخبار الطوال ۳۵۲)

اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ جو لوگ قصر امارت کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ انہی کے قریبی رشتہ دار اور دوست و احباب آکر ان کو ہٹانے اور واپس لے جانے لگے۔

حتی تجی المراۃ الی ابنھا و زوجھا و اخیھا فتعلق حتی یرجع۔ (حوالہ مذکور)

حضرت مسلم بن عقیلؓ کی شہادت اور وصیت

الغرض چالیس ہزار کی فوجی جمعیت چند ساعتوں میں ایسی منتشر ہوئی کہ حضرت مسلم اکیلے رہ گئے اور ایک عورت کے گھر پناہ لی، مخبری ہونے پر جب پولیس گرفتار کرنے کے لئے گئی تو حضرت مسلم بن عقیل تلوار سونت کر میدان میں آگئے۔ بالآخر گرفتار کئے گئے۔ گورنر کوفہ اور رفقاء گورنر پر تلوار چلانے، قصر امارت پر لشکر کشی کرنے اور پولیس پر شمشیر زنی کرنے کی پاداش میں قتل کئے گئے۔

اناللہ و انا الیہ راجعون قتل کئے جانے سے قبل انہوں نے حضرت عمر بن سعد بن ابی وقاص کو بوجہ قرابت وصیت کی کہ:

۱۔ ایک ہزار دینار مجھ پر قرض ہے ادا کرنا۔
۲۔ میری لاش کی تدفین کرنا۔
۳۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قاصد بھیج کر تمام حالات سے مطلع کرنا اور کہلوا دینا کہ یہاں آنے کا قصد نہ کریں کیونکہ اہل کوفہ بڑے غدار ہیں۔ (اخبار الطوال ۳۵۴)

عمر بن سعد نے حضرت مسلم بن عقیل کی وصیتوں کی پوری پوری تعمیل کی۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت مسلم کا پیغام پہنچانے میں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں کی بلکہ عمر بن سعد کو مکمل اجازت دیدی۔
(البدایہ والنہایہ ۱۵۷ جلد۸)

حضرت حسین کی بجانب کوفہ تیاری

جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت مسلم بن عقیلؓ کا خط ملا آپ نے کوفہ کے لئے تیاری شروع کر دی۔ جب آپ کے ہمدردوں، بزرگوں، عزیزوں کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ حضرت حسین کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس کے نتیجہ میں بجائے اتحاد امت کے امت میں تفرقہ پڑے۔ بعض مورخین نے ان کی نصیحتوں کے فقرات بھی نقل کئے ہیں: ملاحظہ فرمائیں

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ

غلبنی الحسین علی الخروج وقلت لہ اتق اللہ فی نفسک والزم بیتک ولا تخرج علی امامک (البدایہ والنہایہ ۱۶۳ جلد۸)

حضرت ابو واقد لیثی۔

فناشدنہ ان لا تخرج فانہ من یخرج غیر وجہ خرج یقتل نفسہ (حوالہ مذکور)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

کلمت حسینا فقلت لہ اتق اللہ ولا تضرب الناس بعضھم ببعض۔ (حوالہ مذکور)

حضرت عبداللہ بن عباس، قسم ہے اس وحدہ لاشریک کی کہ اگر میں سمجھتا کہ تمہارے بال اور گردن پکڑ کر روک لوں۔ (یعنی دست و گریبان ہو جاؤں یہاں تک لوگ ہمارا تماشہ دیکھیں) کہ تم میرا کہنا مان جاؤ گے تو میں ایسا ہی کرتا، (طبری ۹/۲۱۷)

تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ:

انک شیخ قد کبرت۔ (البدایہ والنہایہ ۹/۱۶)

لیکن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو امت کے مفاد، بھتیجے کی محبت، ان کی اور انکے اہل وعیال کی سلامتی کا خیال پریشان کئے ہوئے تھا۔ مجبورا کہا اے پیارے بھتیجے:

فان کنت سائرافلا تسر بنسائک وصبیبک فواللہ انی اخاف ان تقتل کما قتل عثمان ونساء و ولدہ ینظرون الیہ۔

(البدایہ والنہایہ ۸/۱۲، طبری ۶/۲۱۰)

حضرت محمد حنفیہ نے جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کوفہ جانے کا پروگرام سنا تو زارو قطار رونے لگے۔ (روضہ الاصفیاء)

مزید برآں روانگی کے وقت بعض نے "استودعک من قتیل" اور بعض نے "لولاالشناعة لا مسکتک ومنعتک من الخروج" کہا(منہاج السنہ ابن تیمیہ)

ان سب سے بڑھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر نے متعدد بار روکا جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ باز نہ آئے تو اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ زینب کو طلاق دیدی اور اپنا اکلوتا بیٹا علی ان سے چھین لیا۔ لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ، عزیز واقارب، اجلہ صحاب اور دیگر ہمدردوں کے پندو نصائح ہمشیرہ کو طلاق اور دیگر امور کے باوجود بھی اپنے موقف پر اڑے رہے اور عازم کوفہ ہوئے۔

ابن زیاد کے نام پر یزید کا حکم نامہ

جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ روانگی کا علم یزید کو پہنچا تو اس نے عبید اللہ بن زیاد کو لکھا:

حمد صلواۃ کے بعد مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ حضرت حسین عراق کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ سرحدی چوکیوں پر نگران مقرر کرو۔ جن سے بدگمانی ہو انہیں حراست میں لو۔ جس پر تہمت ہو۔ انہیں گرفتار کرلو۔

غیر ان لا نقتل الامن قتلک واکتب الی فی کل ما یحدث من خبر والسلام۔

(طبری ۶/۲۱، البدایہ ۸/۱۶)

یعنی جو خود تجھ سے جنگ نہ کرے اس سے تم بھی جنگ نہ کرنا اور جو واقعہ پیش آئے اس کا حال لکھنا والسلام۔

بلکہ ناسخ التواریخ کے مولف نے لکھا ہے کہ ایک خط مروان کی طرف سے بھی ابن زیاد کو موصول ہوا جس میں مرقوم تھا کہ:

اما بعد فان الحسین ابن علی قد توجه الیک وهو حسین ابن فاطمه و فاطمه بنت رسول ﷺ و تالله ما احد "یسمه الله" احب الینا من الحسین فایاک ان تهیج علی نفسک مالا یسده شئی و تنساه العامة ولا تدع ذکره اخر الدهر۔ والسلام۔

(البدایہ والنہایہ ۸/۱۶، ناسخ التواریخ مطبوعہ ایران ۱۳۰۹ھ)

اما بعد! تمہیں معلوم ہے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ تمہاری طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ (یہ تو تمہیں معلوم ہے کہ) حسین فاطمہؓ کے بیٹے ہیں اور فاطمہ رسول ﷺ کی بیٹی ہے۔ خدا کی قسم حسینؓ سے زیادہ (اللہ انہیں سلامت رکھے) کوئی شخص بھی ہم کو محبوب نہیں خبردار ایسا نہ ہو کہ نفس کے ہیجان میں کوئی ایسا کام کر بیٹھو جس کے برے نتائج کو امت فراموش نہ کر سکے اور رہتی دنیا تک اس کا ذکر نہ بھولے اور قیامت تک اس کا تذکرہ ہوتا رہے۔ (ملاحظہ ہو شیعہ مورخ مرزا محمد تقی سپہر کاشانی کی مشہور تالیف ناسخ التواریخ کتاب دوم ۶/۲۱)

اہل کوفہ کے نام حضرت حسینؓ عنہ کا خط

حضرت حسین رضی اللہ عنہ ذوالحجہ ۶۰ کو مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے جب آپ بارہ منزلیں طے کرکے مقام الحاجر پہنچے تو آپ نے قیس بن مسہر الصدادی کے ہاتھ پر خط روانہ کیا کہ:

بسمه الله الرحمن الرحیم ○ من حسین ابن علی لاخوانه من المومنین والمسلمین سلام علیکم فانی احمد الیکم الله الذی لا اله الا هو اما بعد فان کتاب مسلم جاء نی یخبرنی فیه بحق رایکم الی آخره۔

ترجمہ:۔ میرے پاس مسلم کا خط پہنچ چکا ہے جس میں انہوں نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تم لوگ میرے متعلق اچھی رائے رکھتے ہو اور ہماری نصرت اور حق کے طلب کرنے پر متفق ہو خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ہمارا مقصد بر لائے اور تم لوگوں کو اس پر اجر عظیم دے۔ جب میرا قاصد پہنچے تو تم لوگ اپنے کام میں کوشش کرو۔ کیونکہ میں انہی دنوں میں تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ انشاء اللہ تعالے والسلام علیکم و رحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

(طبری ۲/۲۲، البدایہ والنہایہ ۸/۱۲۱)

شہادت مسلم کی خبر حضرت حسین کو ملی تو برادران مسلم جوش انتقام میں آگئے

جب آپ اکیس منازل طے کرکے یکم محرم الحرام ۶۱ھ کو زبالہ کے مقام پر پہنچے تو آپ کو عمر بن سعد اور محمد بن اشعث کا پیغام ملا کر حضرت مسلم شہید ہو چکے ہیں تو آپ واپس لوٹ جائیں۔ (اخبار الطوال ۳۱۰)

مرزا محمد تقی سپہر کاشانی رقمطراز ہیں کہ:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرزندان عقیل کی جانب نظر ڈال کر کہا اب رائے کیا ہے؟ انہوں نے کہا واللہ ہم سے جو کچھ بن پڑے گا ہم ان کے خون کا بدلہ لینے کی کوشش کریں گے۔ یا پھر وہی شربت ہم بھی نوش کریں گے جو انہوں نے نوش کیا آنحضرت (حسینؓ) نے فرمایا کہ ان لوگوں کے بعد ہم کو بھی زندگانی کا کیا لطف رہے گا۔ (ناسخ التواریخ کتاب دوم مطبوعہ ایران ۶/۲۱)

طبری نے لکھا ہے کہ شہادت مسلم کی خبر سنتے ہی برادران مسلم جوش انتقام میں اٹھ کھڑے

ہوئے۔ (طبری ۶ر۲۲)

اور البدایہ والنہایہ میں ہے کہ

فقال بنی عقیل قالوا والله لا نبرح حتی ندرک ثارنا او نذوق ماذاق اخونا۔

(البدایہ ۸ر۱۶۲' طبری ۶ر۲۲)

خلاصہ المصائب کے مصنف نے لکھا ہے کہ حضرت حسینؓ نے ایک مبسوط خطبہ ارشاد فرمایا جس کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ:

من احب منکم الا نصراف فلینصرف فی غیر حرج لیس علیه زمام۔

(خلاصہ المصائب مطبوع نو لکشور ۵۶)

اور خود بھی حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے واپسی کا ارادہ کر لیا جیسا کہ آپ شیعہ مورخ نے رقم کیا ہے کہ:

و اتصل به خبر مسلم فی الطریق فاراد الرجوع فامتنع بنو عقیل من ذالک۔

(عمدہ الطالب فی انساب آل ابی طالب مطبوعہ لکھنؤ طبع اول ۱۷۹)

مگر برا ہو ان حواریوں کا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر ظاہرا جان قربان کرنے کے مدعی تھے مگر باطنا وہ حضرت حسین رضی عنہ اللہ کے خون کے پیاسے تھے اس ارادہ کی تبدیلی پر انہوں نے کہا کہ:

انک ولعله ما انت مثل مسلم بن عقیل ولو قدمت الکوفة لکان الناس اسرع الیک۔ (طبری ۶ر۲۲)

واللہ آپ کی کیا بات ہے کہاں مسلم اور کہاں آپ؟ آپ کوفہ میں قدم رکھیں گے سب لوگ آپ کی طرف دوڑیں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے سفر کا پھر آغاز کیا جب آپ قادسیہ کے قریب پہنچے تو حر یزید بن تمیمی سے ملاقات ہوئی تو حر یزید بن تمیمی نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟

تو آپ نے فرمایا' اس (کوفہ) شہر کو جا رہا ہوں

تو حر نے کہا۔ خدارا واپس لوٹ جائیں وہاں آپ کے لئے کسی بہتری کی امید نہیں اس پر آپ نے پھر واپس لوٹ جانے کا ارادہ کیا مگر مسلم کے بھائیوں نے کہا کہ واللہ ہم اس وقت تک واپس نہیں لوٹیں گے جب تک ہم اپنا انتقام نہ لے لیں یا ہم سب قتل نہ کئے جائیں۔ تو آپ نے فرمایا تمہارے بعد ہمیں بھی زندگی کا کوئی لطف نہیں یہ کہہ کر آپ آگے بڑھے تو ابن زیاد کے لشکر کا ہر اول دستہ سامنے آ گیا تو آپ کربلا کی طرف پلٹ گئے۔ (طبری ۶ر۲۲)

کوفہ کی بجائے شام کی طرف روانگی اور مقام کربلا پر رکاوٹ

عمدہ الطالب کے مولف نے لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے واپس لوٹ جانے کا ارادہ کیا مگر فرزندان عقیل مانع ہوئے جب کوفہ کے قریب گئے تو حر بن یزید سے مڈبھیڑ ہوئی اس نے کوفہ لے جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے منع کیا اور ملک شام کی طرف مڑ گئے تاکہ یزید بن معاویہ کے پاس چلے جائیں لیکن جب آپ کربلا پہنچے تو آگے بڑھنے سے روک دیا گیا اور کوفہ لے جانے اور ابن زیاد کا حکم ماننے کے لئے کہا گیا تو آپ نے اس سے انکار کر دیا اور ملک شام جانا پسند کیا۔

(عمدہ الطالب طبع اول لکھنؤ ۱۷۹)

جب آپ کو مقام کربلا پر روکا گیا تو آپ نے کوفہ کے گورنر کے افسروں کے سامنے تین شرطیں پیش کیں۔

۱۔ مجھے چھوڑ دو میں واپس چلا جاؤں۔

۲۔ ممالک اسلامیہ کی حد پر چلا جاؤں۔

۳۔ مجھے براہ راست یزید بن معاویہ کے پاس جانے دو۔ (طبری طبع بیروت ۳ر۲۳)

شریف المرتضی المتوفی ۴۳۶ھ رقم فرماتے ہیں کہ:

روی انه علیه والسلام قال لعمر بن سعد اختار و امنی- اما الرجوع الی مکان الذی اقبلت منه او ان اضع یدی فی ید یزید وهو ابن عمی فیری فی رائیه و اما اسیر الی ثغر من ثغور المسلمین فاکون رجلا من اهلها۔ (کتاب الشافی شریف المرتضی المتوفی ۴۳۶ھ-۴۷۱ھ)

یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد کے سامنے تین شرطیں پیش کیں۔

۱۔ یعنی میں جہاں سے آیا واپس چلا جاؤں۔

۲۔ براہ راست یزید کے پاس جانے دو۔ وہ میرا چچازاد بھائی ہے وہ میرے متعلق خود اپنی رائے قائم کرے گا۔

۳۔ مسلمانوں کی سرحد پر چلا جاؤں اور وہاں کا باشندہ بن جاؤں نیز الدمامتہ والسیاستہ کے مولف نے بھی ان اضع یدی فی ید یزید کا تذکرہ کیا ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے' البدایہ ۸ر۱۷' طبری طبع بیروت ۵ر۲۳' اصابہ طبع ا ر۲۳' ابن اثیر طبع بیروت ۳ر۲۸' مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ۳۲۵ جلد ۴' و ۳۳۷ جلا ۴ ملاحظہ فرمائیں۔ (عزیز الہ آبادی غفرلہ الھادی)

حضرت حسینؓ کا اپنے موقف سے رجوع

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تیسری شرط کی منظوری سے متعلق جو تحریر برابر لشکر حضرت عمر بن سور نے گورنر کوفہ کو ارسال کی تھی۔ ناسخ التواریخ کے مولف نے اس کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا ہے کہ:

اویاتی امیرالمومنین یزید بن معاویه فصنع یده فی یده فیما بینه و بینه فیری

رایه و فی هذالک رضی ولامة صلاح۔
(ناسخ التواریخ کتاب دوم طبع ایران ۲۳۷)

بہرحال حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پاکیزگی سرشت اور طہارت طینت تھی کہ انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا یہ وہ چیز تھی جو اکابر علماء اور عقلاء کے نزدیک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان احادیث کی زد سے بچا لے گئی۔ جن احادیث میں امارت قائمہ میں خروج کرنے والے کو واجب القتل قرار دیا گیا ہے چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ رقم فرماتے ہیں کہ:

صحیح مسلم میں رسول ﷺ کا فرمان روایت ہوا ہے کہ تمہارا نظم مملکت کسی ایک شخص کی سربراہی میں قائم ہو جائے تو اس وقت جو بھی جماعت میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کرے اس کی گردن تلوار سے اڑادو چاہے وہ کوئی بھی ہو۔

لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ روایت کی زد میں نہیں آتے' کیونکہ انہیں تو اس وقت قتل کیا گیا جب انہوں نے اپنے موقف سے دست برداری دے کر یہ چاہا تھا کہ یا تو مجھے اپنے شہر واپس لوٹ جانے دو یا کسی سرحدی چوکی پر جانے دو یا یزید کے پاس بھیج دو تاکہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیدوں۔ اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے خروج اور طلب خلافت کا خیال چھوڑ کر داخل فی الجماعت ہوگئے تھے اور تفریق سے رجوع فرما لیا تھا' لہٰذا حریف پر لازم تھا کہ ان میں سے کوئی بات تسلیم کرتا اور قتل نہ کرتا۔ یہ باتیں تو ایسی تھیں کہ اگر ایک معمولی آدمی بھی ان کا مطالبہ کرتا تو منظور کر لینا چاہئے تھا۔ تو حضرت حسین جیسے معظم انسان کا مطالبہ کیوں نہ منظور کیا گیا اور حضرت حسین سے کمزور آدمی بھی ایسے مطالبہ کے بعد اس کا مستحق نہ تھا کہ اس کی راہ روکی جائے۔ چہ جائیکہ اسے قید یا قتل کیا جائے۔ یہ ماننا پڑے۔ گا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مظلوم قتل کئے گئے اور وہ یقیناً شہید ہوئے رضی اللہ عنہ۔ (منہاج السنہ ۲/۲۵)

نیز طبری نے زہیر بن قیس کے اس وقت کے الفاظ نقل کئے ہیں جس وقت ان کا راستہ روکا جارہا تھا اور ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا جارہا تھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس کے چچازاد بھائی یزید کے پاس جانے دو اس کا راستہ مت روکو میری جان کی قسم یزید تمہاری اطاعت گزاری سے قتل حسین کے بغیر بھی راضی رہیں گے۔ (طبری ۶/۲۴)

عربی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

فخلوا بین هذالرجل وبین ابن عمه یزید بن معاویه فلعمری ان یزید یرضی من طاعتکم بدون قتل الحسین۔ (طبری ۲۴۳ جلد ۶)

یہ تیسری بات ہی مبنی برحقیقت تھی کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جن امیدوں کے سہارے کوفہ کا سفر اختیار کیا تھا وہ امیدیں ایک ایک کرکے دم توڑ چکی تھیں اور آپ کی فہم وفراست جو کوفیوں کے خطوط کی بھرمار میں دب کر رہ گئی تھی اور تبدیلی حالات سے اب پھر ابھر کر سامنے آچکی تھی مگر گیا وقت ہاتھ آتا نہیں)

دراصل فوج کا مطالبہ ہتھیاروں کا سپردگی کا اس بنا پر تھا کہ آپ کو بحفاظت دمشق پہنچایا جائے اور آئینی تقاضا بھی یہی تھا مگر آپ کو بھی اس بات کا اندیشہ تھا کہ مکہ سے فوجی ہمراہ آئے ہیں وہ کوئی نقصان نہ پہنچائیں کیونکہ آپ وہ خطوط یزید کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے اور حقیقت بھی یہی تھی کہ اگر وہ خطوط یزید کے سامنے پیش کئے جاتے تو یہ خطوط بھیجنے والے بلا حیل وحجت قتل کر دیئے جاتے یہی تکرار بالاخر جنگ و جدل کی صورت اختیار کر گئی اور کوفیوں کی یہی گستاخی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تلوار کے قبضے تک پہنچنے کا سبب بنی اور کوئی بدکردار حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقام سے کب آشنا تھے انہوں نے ہلہ بول دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بمع چند اقربا شہید کر دیئے گئے۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون۔**

شہادت حسینؓ کا یزید پر اثر اور قاتل سے سلوک

شہادت حسین کی خبر جب یزید تک پہنچی تو اسے بڑا دکھ ہوا۔ راوی کا بیان ہے کہ:

بیده منديل يمسح دموعه اس کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے وہ اپنے آنسو پونچھتا تھا۔ (مزید تفصیل کے لئے خلاصہ المصائب ۲۹۲ تا ۲۹۴)

اور جب شمر' حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک دربار یزید میں پیش کرتا اور یہ رجز پڑھتا ہے کہ:

افلاء رکابی فضة و ذهبا
قتلت خیر الخلق اما و ابا

تو یزید انتہائی غصے کی حالت میں کہتا ہے کہ:

خدا تیرے رکاب کو آگ سے بھر دے تیرے لئے بربادی ہو جب تجھے معلوم تھا کہ حسین خیرالخلق ہے پھر تو نے اسے قتل کیوں کیا؟ میری آنکھوں سے دور ہو جا۔

(خلاصہ المصائب ۳۰۴)

بلکہ ناسخ التواریخ میں ہے کہ یزید نے شمر کو کہا کہ میری طرف سے تجھے کوئی انعام نہیں ملے گا یہ سن کر شمر خائب و خاسر واپس ہوا اور اسی طرح وہ دین و دنیا سے بے نصیب رہا۔

(ناسخ التواریخ ۲۶۹)

نیز اسی کتاب کے ۲۷۸ پر ہے' کہ یزید نے

کہا' خدا! اس کو غارت کرے جس نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا۔

طراز مذہب مظفری میں ہے کہ یزید نے کہا کہ خدا ابن زیاد کو غارت کرے اس نے حسین کو قتل کیا اور مجھے دونوں جہاں میں رسوا کیا۔ (ص ۴۵۶)

شہادت حسین کے بعد محمد بن حنفیہ کی یزید سے ملاقات

واقعہ شہادت حسین کے عرصہ بعد جب حضرت محمد بن حنفیہ دمشق تشریف لائے تو یزید نے ان کے ساتھ اس طرح اظہار تاسف کیا اور تعزیت کی' راوی کابیان ہے کہ پھر یزید نے محمد ابن حنفیہ کو ملاقات کے لئے بلایا اور اپنے پاس بٹھا کر ان سے کہا کہ حسین کی موت پر خدا مجھے اور تمہیں اجر عطا فرمائے' بخدا حسین کا نقصان جتنا بھاری تمہارے لئے ہے اتنا ہی میرے لئے ہے اوران کی موت سے جتنی اذیت تمہیں ہوتی ہے' اتنی ہی مجھے بھی ہوتی ہے اگر ان کا معاملہ میرے سپرد ہوتا اور میں دیکھتا کہ ان کی موت کو اپنی انگلیاں کاٹ کر اور اپنی آنکھیں دے کرٹال سکتاہوں تو بلا مبالغہ دونوں کو ان کے لئے قربانی کردیتا۔ تو محمد بن حنفیہ نے کہا کہ خدا تمہارا بھلا کرے اور حسین پر رحم فرمائے اور ان کے گناہوں کو معاف فرمائے۔ یہ معلوم کرکے مجھے مسرت ہوئی ہے کہ ہمارا نقصان' تمہارا نقصان' ہماری محرومی تمہاری محرومی ہے۔ حسین اس بات کے مستحق نہیں کہ تم ان کو برا بھلا کہواور ان کی مذمت کرو۔ امیر المومنین درخواست کرتا ہوں کہ حسین کے بارہ میں کوئی ایسی بات نہ کیجئے جو مجھے ناگوار ہو۔

تو یزید نے کہا میرے چچیرے بھائی میں حسین کے متعلق کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جس سے تمہارا دل دکھے۔

(انساب الاشراف بلاذری جلد ۳)

واقعہ کربلا اور حجتہ الاسلام امام غزالیؒ جو شخص یہ گمان کرتاہے کہ یزید نے قتل حسین کا حکم دیا تھا یا اس پر رضامندی کا اظہار کیا تھا وہ شخص پرلے درجہ کا احمق ہے۔ اکابر'وزراء اور سلاطین میں سے جو اپنے اپنے زمانہ میں قتل ہوئے اگر کوئی شخص ان کی یہ حقیقت معلوم کرنا چاہے کہ قتل کا حکم کس نے دیا تھا کون اس پر راضی تھا اور کس نے اس کو ناپسند کیا تو وہ اس پر قادر نہ ہوگا کہ اس کی تہہ تک پہنچ سکے اگرچہ یہ قتل اس کے پڑوس میں اس کے زمانہ میں اور اس کی موجودگی میں ہی کیوں نہ ہوا ہو تو اس واقعہ تک کیونکر رسائی ہو سکتی ہے جو دور دراز شہروں' اور قدیم زمانہ میں گزر رہا ہو' پس کیونکہ اس واقعہ کی حقیقت کا پتہ چل سکتا ہے جس پر چار سو برس کی طویل مدت بعید مقام میں منقضی ہو چکی ہو۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس بارہ میں شدید تعصب کی راہ اختیار کی گئی۔ اس وجہ سے اس واقعہ کے بارہ میں مختلف گروہوں کی طرف سے بکثرت روایتیں مروی ہیں۔ پس یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کی حقیقت کا ہرگز پتہ نہیں چل سکتا اور حقیقت تعصب کے پردوں میں روپوش ہے تو پھر ہر مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجب ہے۔ جہاں حسن ظن کے قرآئن ممکن ہوں الی اخرہ۔ (وفیات الاعیان لابن خلکان بذیل ترجمہ الکیاابراسی ۴۶۰)

آپ ابو حامد الغزالی ۵۰۵ھ کے آخری فقرہ فھذ الامر لا یعلم حقیقه اصلا پر غور فرمائیں۔ جو انہوں نے آج سے نو سو برس پہلے سپرد قلم کیا تھا۔ جبکہ اس وقت واقعہ کی صورت کاذبہ کی تصویر کشی کے لئے وضعی روایات کا انبار موجود تھا۔

واقعہ کربلا سے متعلق ایک شیعہ مورخ کے تاثرات

واقعہ کربلا سے متعلق ایک مشہور شیعہ مورخ جناب شاکر حسین امرو کے تاثرات بھی ملاحظہ فرمائیں فرماتے ہیں کہ صدہاباتیں طبع زاد تراشی گئیں۔ واقعات کی تدوین عرصہ دراز کے بعد ہوئی رفتہ رفتہ اختلافات کی اس قدر کثرت ہوئی کہ سچ جھوٹ سے اور جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کرنا مشکل ہو گیا۔ ابو مخنف لوط ابن یحیٰ ازدی کربلا میں خود موجود نہ تھا۔ اس لئے یہ سب واقعات انہوں نے سماعی لکھے ہیں۔ لہٰذا مقتل ابو مخنف پر پورا وثوق نہیں۔ پھر لطف یہ کہ مقتل ابو مخنف کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف البیان ہیں اور ان سے صاف پایا جاتاہے کہ خود ابو مخنف واقعات کا جامع نہیں بلکہ کسی اور شخص نے ان کے بیان کردہ سماعی واقعات کو قلم بند کیاہے۔ مختصر یہ کہ شہادت امام حسین کے متعلق تمام واقعات ابتدا سے انتہا تک اس قدر اختلاف سے پر ہیں کہ اگر ان کو فردا فردا بیان کیاجائے تو کئی ضخیم دفتر فراہم ہو جائیں۔ اکثر واقعات مثلاً:

اہل بیت پر تین شبانہ روز پانی کا بند رہنا۔ فوج مخالف کا لاکھوں کی تعداد میں ہونا۔ شمر کا سینہ مطہر پر بیٹھ کر سر جدا کرنا۔ آپ کی لاش مقدس سے کپڑوں تک کا اتار لینا۔ نعش مبارک کو کالکد کوب سم میں اسپال کئے جانا۔ سراوقات اہل بیت کی غارت گری' نبی زادیوں کی چادر تک چھین کر رعب جمانا وغیرہ وغیرہ۔

بہت ہی مشہور اور زبان زد خاص وعام ہیں حالانکہ ان میں سے بعض غلط بعض مشکوک' بعض ضعیف' بعض مبالغہ امیز اور بعض من

حضرت ہیں (مجاہد اعظم ۱۷۸ جناب شاکرحسین) دوسرے مقام پر رقم فرماتے ہیں کہ:

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بعض واقعات جو نہایت مشہور اور سینکڑوں برس سے سینوں اور سفینوں میں نسل بعد نسل منتقل ہوتے چلے آرہے ہیں۔ سرے سے بے بنیاد اور بے اصل ہیں۔ ہم اس کو بھی مانتے ہیں کہ طبقہ علماء کے بڑے اراکین مفسرین ہوں' محدثین' مورخین یا دوسرے مصنفین متقدمین ہوں یا متاخرین ان کو یکے بعد دیگرے بلا سوچ نقل کرتے آرہے ہیں اور ان کی صحت و غیرصحت کے معیار اصول پر نہیں جانچا۔ اس تساہل و تسامح کا نتیجہ یہ ہوا کہ غلط اور بے بنیاد قصے عوام تو عوام خواص کے اذہان و قلوب میں ایسے راسخ اور استوار ہوگئے کہ اب ان کا انکار گویا کہ بدیات کا انکار ہے۔ (جناب شاکرحسین امروہی کی مایہ ناز کتاب مجاہد اعظم ۱۶۴)

محترم قارئین ۔اب سانحہ کربلا کی تصویر۔ ذرا سی بات تھی اندیشہ عجم نے اسے بڑھا دیا ہی ہے فقط زیب داستان کے لئے کی مصداق بن گئی۔ اللہ کریم تمام مسلمانوں کو حق سمجھنے اور حق پر عمل۔کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

سالار فوج مغفور لہم کون تھا؟

سیدنا ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت یزید بن ابی سفیان' حضرت ابوعبیدہ بن الجراح' حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور دیگر امرا کو جہاد شام پر متعین کیا۔ انہوں نے شام و فلسطین وغیرہ کو فتح کیا اور رومیوں کو عبرتناک شکستیں دیں۔ حضرت یزید بن ابی سفیان کی وفات کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ پر مقرر کیا گیا۔ انہوں نے دور فاروقؓ اور دور عثمانؓ میں رومیوں کو بری و بحری شکستیں دیں۔ لیکن مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر ابھی تک پیشقدمی نہیں کی گئی تھی اور شجاعان عرب رومی نصرانیت کے صدر مقام قسطنطنیہ کے فتح کرنے کا خیال اس وقت سے دل میں بٹھائے ہوئے تھے۔ جب سے انہوں نے ملک شام کو فتح کیا۔

چنانچہ حاضر العالم الاسلامی ۲۱۴ پر مرقوم ہے کہ:

ان العراب منذ فتحوا الشام فکروا فی فتح القسطنطنیه لا نهاکانت لذالک العهد عاصمة النصرانیه وکان الاسلام ولو فتحها غلب علی شمالی اوربه بلا نزاع۔

شجاعان عرب شام کو فتح کرنے کے وقت سے قسطنطنیہ کو فتح کرنے کی فکر میں تھے۔ کیونکہ اس دور میں قسطنطنیہ نصرانیوں کا دارالخلافہ تھا اور اگر قسطنطنیہ فتح ہوجاتا تو اسلام بلا نزاع شمالی یورپ میں غلبہ حاصل کرلیتا۔ لیکن صفین کی خانہ جنگی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے رومی نصرانیت کے خلاف سرگرمیوں کو ملتوی کردیا۔ ۴۱ھ میں جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو متعدد سالوں کی جدوجہد سے انہوں نے جہازوں کا بیڑا تیار کیا۔ یہ سب سے پہلا جنگی بیڑا تھا۔ ۴۹ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جہاد قسطنطنیہ کے لئے بری و بحری حملوں کا انتظام کیا۔ فوج میں شامی عرب بالخصوص بنو کلب اور ان کے علاوہ حجازی اور قریشی غازیوں کا دستہ بھی تھا اور اس میں صحابہ اکرام کی جماعت بھی تھی۔ اس فوج کے سپہ سالار یزید بن معاویہ تھے۔ یہ وہی پہلا لشکر تھا جس نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا جس کی بشارت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بایں الفاظ دی تھی کہ:

اول جیش من امتی یغزون مدینه قیصر مغفور لهم۔ (صحیح بخاری ۱/۴۱۰)

کہ میری امت کی پہلی فوج جو مدینہ قیصر پر جہاد کرے گی ان کے لئے مغفرت ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی الباری میں رقم طراز ہیں کہ:

قال المهلب فی هذالحدیث منقبة المعاویه لانه اول من غز البحر و ولده یزید لانه من غزا مدینه قیصر۔ (فتح الباری مطبوعہ مصرو ریاض ۱۰۶/۶)

اس حدیث کے بارہ میں مہلب نے فرمایا کہ یہ حدیث حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے منقبت میں ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے بحری جہاد کا آغاز کیا اور اس کے فرزند کی منقبت میں ہے کہ انہوں نے سب پہلے مدینہ قیصر پر جہاد کیا۔

علامہ قسطلانی شارح بخاری مدینہ قیصر کی تشریح فرماتے ہیں کہ:

اس سے مراد رومی سلطنت کا صدر مقام قسطنطنیہ ہے اور صحیح بخاری زیر حدیث اول جس کے حاشیہ پر لکھاہے کہ:

کان اول من عزا مدینه قیصر یزید من معاویه و معه جماعة من الصحابه کابن عمر و ابن عباس و ابن الزبیر و ابی ایوب الانصاری رضی اللّٰه عنهم۔ (صحیح بخاری ۱/ ۴۱)

اور قسطلانی میں ہے کہ:

و استدل به المهلب علی ثبوت خلافة یزید و انه من اهل الجنة

(قسطلانی طبع بیروت ۱۰۴' جلد۵)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رقم طراز ہیں کہ:

وقدثبت فی صحیح البخاری عن ابن عمر عن البنی صلی الله علیه و سلم قال

اول جیش یغذوا القسطنطنیۃ مغفور لھم و اول جیش غذاھا کان امیرھم یزید والجیش عدد معین لا مطلق وشمول المغفرۃ لاحاد ھذالجیش اقوی -- ویقال ان یزید انما غذا القسطنطنیۃ لاجل ذالک ھذالحدیث۔ (منہاج السنہ النبویہ فی نقض کلام الشیعہ والقدریہ مطبوعہ ۱۳۹۶ھ ۲/ ۲۵، المنتقی من منہاج اعتدال فی نقص کلام الرفض والاعتزال ص ۲۹۰ مطبوعہ ۱۳۷۶ھ)

دوسرے مقام پر رقم فرماتے ہیں کہ:

جب یزید نے اپنے باپ معاویہ کے زمانے میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا تو اس کی فوج میں حضرت ابو ایوبؓ انصاری جیسے جلیل القدر صحابہ بھی شریک تھے۔ یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی فوج تھی جس نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا اور صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلی فوج میری امت کی جو قسطینہ پر حملہ کرے وہ مغفور ہوگی۔ (حسین و یزید مطبوعہ کلکتہ ۲۶، منہاج السنہ مطبوعہ مصر ۲۴۵ ج ۲)

ایک اور مقام پر یوں تو یہ فرماتے کہ:

اول جش یغنوا القسطنطنیہ مغفورلہ و اول جش عزاھا کان امیرھم یزید بن معاویہ و کان معہ ابو ایوب الانصاری وتوفی ھناک و قبرہ ھناک۔ (منہاج السنہ مطبوعہ ۱۳۹۶ھ، ۲۴۵، ۲۵۲۔ فتاوی شیخ اسلام مطبوعہ ۱۳۸۱ھ ۳/ ۴۱، ۴/ ۴۷، ۴/ ۴۸۔ البدایہ والنہایہ مطبوعہ ۱۳۹۸ھ صفحہ ۶/ ۲۲، ۵۹، ۸۱، ۲۲۹ جلد ۸)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ:

فانہ کان امیر زالک الجیش بالاتفاق۔ (فتح الباری مطبوعہ ۱۳۰۰ھ، ص ۹۲ ج ۱۱)

مشہور شیعہ مورخ المسعودی نے کتاب البیتہ والاشراف میں لکھا ہے کہ:

و فد حاصر القسطنطنیہ فی الاسلام من ھذ العدوۃ ثلاثہ امرآء اباء ھم ملوک وخلفاء اولھم یزید بن معاویہ ابی سیفان، والثانی مسمہ بن عبدالمنک بن مروان والثالث ھارون الرشید بن المھدی۔ (البینہ والاشراف مطبوعہ لندن ۱۸۹۴ء ص ۱۴۰)

یعنی اسلامی دور میں اس ساحل بحر سے چل کر تین ایرانی جیوش اسلامی نے (جن کے آباء و اجداد خلیفہ و بادشاہ تھے) قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا سب سے اول یزید بن معاویہ بن ابی سفیان، دوسرے مسلمہ بن عبدالملک بن مروان اور تیسرے ہارون مہدی تھے۔

ان حوالہ جات سے اظہر من الشمس ہے کہ جس حدیث میں قسطنطیہ پر حملہ آور فوج کو مغفرت کی بشارت ہے کہ ان کے امیر بالاتفاق یزید بن معاویہ تھے اور اسی لشکر میں حضرت حسین ابن عمر ابن عباس اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ شامل ہے۔ اگر پہلا حملہ ۴۶ھ میں زیر قیادت حضرت عبدالرحمن بن خالد بن ولید تھا۔ تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ حصول مغفرت کی اس سعادت سے کیوں محروم رہے؟ اور پھر ۸۰ سال سے متجاوز عمر میں یزید بن معاویہ کے لشکر میں شمولیت کی اور ارض روم کے قریب ہی بیمار ہوئے اور یزید ان کی تیمارداری کرتا تھا۔ (اصابہ مطبوعہ مصر ۱/ ۴۰)

اور حضرت ابو ایوب انصاری کی وصیت کے مطابق یزید بن معاویہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (البدانیہ ۸/ ۵۱)

اور السعیاب میں ہے:

و کان ابو ایوب انصاری مع علی ابن طالب فی حروب کلھا ثم مات بالقسطنطنیہ فی بلادروم فی زمن معاویہ کانت عزاتہ تحت رائستہ یزید بن معاویہ و ھو کان امیرھم یومئیذ۔ (الستعیاب ۔ ۱۵)

روض الانف میں ہے کہ یزید بن معاویہ کی قیادت میں قسطنطیہ پر حملہ کیا گیا تو حضرت ابو ایوب انصاری کی وفات ہوئی اور انہوں نے یزید بن معاویہ کو وصیت کی تھی کہ مجھے بلاد روم کے بہت ہی قریب دفن کیا جائے۔ چنانچہ مسلمانوں نے ان کی وصیت کے پیش نظر انہیں بلادروم کے قریب دفن کر دیا جب رومیوں نے یہ منظر دیکھا تو کہا۔ تو تم کیا کر رہے ہو۔ تو یزید بن معاویہ نے جواب دیا کہ:

ہم پیغمبر اعظم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی کو دفن کر رہے ہیں۔ تو رومیوں نے کہا تم کس قدر احمق ہو کیا تمہیں اس بات کا خوف نہیں کہ ہم تمہارے جانے کے بعد اس کی قبر کھود کر اس کی ہڈیاں بھی جلا دیں گے۔ تو یزید بن معاویہ یہ الفاظ برداشت نہ کرسکا۔ للکار کر فرمایا:

واللہ العظیم اگر تم ایسا کرو گے تو یاد رکھو سرزمین عرب میں جس قدر گرجے ہیں ہم ان کو گرا دیں گے اور تمہاری جتنی قبریں ہیں ہم ان کو اکھاڑ دیں گے۔ یہ جواب سن کر رومیوں نے اپنے دین کی قسمیں اٹھائیں اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر کی حفاظت واحترام کا عہد کیا۔ (ملاحظہ ہو روض الانف شرح ابن ہشام الامام سہیلی طبع قدیم ۲/ ۲۴)

شیعہ مورخین نے بھی یزید کی سپہ سالاری کو تسلیم کیاہے

آغا خانی شیعہ رقمطراز ہے کہ جب قیصر روم نے لاش نکال کر جلا دینے کی بات کہی تو یزید بن معاویہ یہ الفاظ برداشت نہ کر سکا فورا

رومیوں پر دھاوا بول دیا اور لشکر کو ادھر ادھر پھیر کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ رومیوں کو شکست دے کر شہر کے اندر محصور کر دیا اور قسطنطنیہ کے دروازے کو لوہے کی گرز سے ضربیں لگائیں ان ضربوں کی وجہ سے دروازہ جگہ جگہ سے پھٹ گیا۔ (آغاخانی شیعہ ۱۶/۳)

بلکہ عقد الفرید میں ہے کہ جس وقت قیصر روم نے یہ الفاظ کہے تو اس وقت امیر یزید نے رومیوں کو للکارا اور کہا کہ:

لئن بلغتنی انہ بنش من قبرہ او مثل بہ ماترکت بارض العرب نصرانیا الاقتلتہ ولا کنیۃ الا ھدمتھا۔ (عقد الفرید مطبوعہ مصر ۳/ ۱۳)

مطلب وہی جوگزر چکاہے۔ عزیزعلوی امیر یزید کے یہ الفاظ بلا تغیر و اختلاف الستیعاب ۲/۱ ۶۳، تاریخ التواریخ ۶/۴، کتاب دوم پر موجود ہیں۔

عرض کیا پورے لشکر بمع سالار لشکر کی موجودگی میں ایسے الفاظ کیا کوئی معمولی سپاہی یا عہدیدار کہہ سکتاہے ہرگز نہیں بلکہ ان الفاظ میں ایک سالار لشکر کا طنطنہ اور رعب و دبدبہ کارفرما ہے۔

نیز مشہور شیعہ مورخ سید امیرعلی نے ہسٹری آف سیرنز مطبوعہ لندن ۱۹۵۱ء صفحہ ۸۴ پر

ابن جریر طبری نے تاریخ الامم والملوک صفحہ ۱۷۳ ج ۴ پر

مشہور شیعہ مورخ المسعودی التنبہ والاشراف صفحہ ۱۴۰ پر

ابو العلی شاہ محمد کبیرشاہ داناپوری نے تذکرہ الکرام مطبوعہ لکھنو، صفحہ ۲۷۶ پر

مشہور شیعہ مورخ کا محرم نامہ صفحہ ۱۱۶ پر تفصیلا جہاد قسطنطنیہ کے واقعات لکھے ہیں اور امیر یزید کی سپہ سالاری کو تسلیم کیا ہے۔ اس شیعہ سنی مورخوں اور مصنفوں کے علاوہ عیسائی مصنفین میں سے۔

پروفیسر ہتی ہے تاریخ عرب میں ایڈورڈ گبن تاریخ عروج و زوال رومتہ الکبری صفحہ ۲۸۶ پر بزنطن ایمپائر کے صفحہ ۱۷۰ پر امیر یزید کی سپہ سالار کو تسلیم کیا گیا ہے۔

طالب تفصیل مندرجہ بالا کتب کا مطالعہ فرمائے

مقام یزید امام احمد بن حنبل کی نظر میں

مصنف نے اختتام پر امام ذہبی کے حوالہ سے رقم فرمایا ہے کہ وقال احمد بن حنبل لاینبغی ان یروی عنہ کہ یزید بن معاویہ سے روایت نہ لی جائے۔ بنابریں امام احمد بن حنبل کی مستند کتاب سے یزید بن معاویہ کی روایت کو نقل کر دینا ہی یزید کی ثقاہت کے لئے کافی ہے۔ اس روایت کو قاضی ابوبکر ابن العربی نے اپنی مایہ ناز کتاب العواصم من القواصم میں درج کیا ہے کہ:

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ، محمد بن عبداللہ بن احمد بن العربی معافری اندلسی تاریخ پیدائش ۲۲ شعبان، وفات ۶ ربیع الاول ۵۴۳ھ، آپ نے تحصیل علم کے لئے اندلس کے علاوہ الجیریا، مراکش، مصر، شرق اردن، بیت المقدس، حجاز، دمشق اور عراق کے نامور علمار اور مورخ سے کسب فیض کیا۔ ابو حامد امام غزالی کی صحبت میں کافی عرصہ رہے اور ان کے جانشین (خلیفہ) رہے۔ ہرلطف بات یہ ہے کہ الشیخ قاضی عیاض مولف الشفاء جیسے بھی ان ابن العربی کے حلقہ دوس میں بیٹھے دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کے تبحر علمی کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ آپ کی تفسیر القرآن جو انوار الفجر کے نام سے معروف ہے ۸۰۰۰۰ اسی ہزار روق اور ایک لاکھ ساٹھ ہزار صفحات کو محیط ہے۔ جو ۹۰ نوے جلدوں پر مشتمل ہے۔

یہ امام احمد بن حنبل ہیں ان کا دین اور پرہیزگاری میں بڑا بلند مقام ہے اور حدیث قبول کرنے میں بڑی تنقید کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب الزہد میں یزید بن معاویہ کی روایت نقل کی کہ یزید اپنے خطبہ میں کہا کرتا تھا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی بیمار ہو کر قریب المرگ ہو جائے اور پھر تندرست ہو جائے تو وہ غور کرے اس کا جو افضل ترین عملا ہو اس کو لازم پکڑے پھر اپنے کسی بدترین عمل کو دیکھے تو اسے چھوڑ دے۔

اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یزید کا مقام امام احمد بن حنبل کی نگاہ میں بہت بلند تھا۔ یہاں تک کہ اس (یزید بن معاویہ) کو آپ نے ان زاہد صحابہ اور تابعین میں شمار کیا ہے جن کے اقوال کی پیروی کی جاتی ہے۔ جن کے وعظ سے لوگ گناہ چھوڑتے ہیں۔ ہاں یہ بھی یاد رکھناچاہیے کہ امام احمد نے یزید کو صحابہ میں درج کیا ہے اور پھر اس کے بعد تابعین کا تذکر ہے۔ یہ بات کہاں اور ان مورخین کا قول کہاں؟ جو یزید کی طرف شراب نوشی اور فسق و فجور منسوب کرتے ہیں کیا وہ شرم نہیں کرتے۔ اور جب اللہ تعالی نے ان سے شرم و حیاء کو چھین لیا ہے۔ تو تم ہی نصیحت حاصل کرو اور فضلاء امت میں سے علما اور بزرگ لوگوں کی پیروی کرو اور ان بے دین اور پاگل انسانوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنے آپ کو سلام کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔ یہ لوگوں کے لئے بیان ہے اور متقی لوگوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے اور سب تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

ملاحظہ ہو۔ (العواصم من القواصم اردو) قاضی ابوبکر ابن العربی ۵۴۳ ترجمہ مولانا محمد سلیمان کیلانی، ناشر ادارہ احیا السنہ گھرجاکھ، گوجرانوالہ صفحہ ۱۷۱، ۳، العلوم من العواصم القواصم مطبوعہ ۱۳۹۵ھ، صفحہ ۲۳۳) هذا ما عندي والله اعلم بالصواب